© rasailojaraid.com

نظریاتی بحران اور اس کا حل

ڈاکٹر برہان احمد فاروقی

صرف عالمِ اسلام ہی نہیں بلکہ پوری نوعِ انسانی آج نظریاتی بحران سے دوچار ہے اس نے مسلمانوں کے لیے جو مسئلہ پیدا کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس بحران کا مداوا کیا ہے۔

یہ مسئلہ صرف اسی صورت میں حل ہو سکتا ہے جب ہم یہ جانیں کہ:

- ــــ نظریہ (آئیڈیالوجی) کیا ہے؟
- ــــ بحران کیا ہے؟
- ــــ یہ کیسے پیدا ہوتا ہے؟
- ــــ اس سے کیا مسائل پیدا ہوتے ہیں؟
- ــــ ان کے حل ہونے میں موانع کیا ہیں؟
- ــــ وہ کیسے حل کئے جا سکتے ہیں؟

آئیڈیالوجی (نظریہ) کیا ہے؟

عملی زندگی میں نظریہ عمل سے پہلے درکار ہوتا ہے جسے عام گفتگو میں ہم اصول اور ارکان کہتے ہیں۔ یہی عمرانیات کی زبان میں نظریہ (آئیڈیالوجی) اور نظام (آرڈر) کہلاتا ہے لہٰذا آئیڈیالوجی عبارت ہے۔ تصورات، معتقدات اور افکار کے مجموعہ سے جو کسی گروہ جیسے قوم، طبقہ، ذات پات، پیشے، مذہبی فرقے سیاسی جماعت وغیرہ کے ساتھ مختص ہو۔ نظریات جغرافیائی حالات، آب و ہوا کے مواقع، مادی افعال، مختلف گروہوں کے ثقافتی ماحول کے ساتھ مشروط اور ان کے تحت متعین ہوتے ہیں ضروری نہیں کہ وہ باہم دگر متبائن ہوں بلکہ ان میں توارد بھی ہو سکتا ہے دو افراد ایک ہی قوم کے فرد ہوتے ہوئے اپنے قومی نظریے میں شریک ہو سکتے ہیں اور اپنے اپنے پیشوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے نظریات میں ایک دوسرے سے مختلف ہوسکتے ہیں۔ نظریہ آئیڈیالوجی کی اصطلاح اپنے ماخذ کے اعتبار سے لادینی (سیکولر) ہے۔

قرآن کی اصطلاح میں نظریہ اور نظام

قرآنی اصطلاح میں "کتاب" اور سنت آئیڈیالوجی اور آرڈر کی حیثیت رکھتے ہیں جن کا قرآنی مفہوم قرآن مجید کی ان دو آیات کے حوالے سے سمجھا جا سکتا ہے۔

i۔ " لِکل امۃ اجل " (ہر امت کے لیے فیصلہ کن ساعت ضروری ہے۔

ii۔ " لِکل اجل کتاب " (ہر فیصلہ کن ساعت کے لیے کتاب ضروری ہے۔

کتاب کی اہمیت تب ہی واضح ہوسکتی ہے جب ہم یہ سمجھ لیں کہ فیصلہ کن ساعت میں فیصلہ کس بات کا ہونا ہے تو جو فیصلہ ہونا ہے وہ یہ ہے کہ کونسی امت کتاب کے اتباع کی بنا پر اس کی حقدار ہے کہ وہ باقی رہے اور ترقی کرے اور کونسی امت اس کی سزاوار ہے کہ اسے کتاب سے انحراف کرنے کی بنا پر مٹا دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید "لا ھدی ولا کتاب" کہہ کر کافروں پر طنز کرتا ہے کہ ان کے پاس نہ واضح نصب العین ہے اور نہ حتماً نتیجہ خیز ہدایت (لائحۂ عمل) ہے۔

(نظریہ قرآنی مفہوم کے مطابق) ان عناصر پر مشتمل ہے۔

- **نصب العین** — وہ غایت قصویٰ یا منتہائے مقصود ہے جس کے حصول سے ہر کمال وابستہ ہے۔
- **تصور کائنات** — موجودہ واقعات اور مستقبل کے امکانات کا وہ جائزہ جس کی بنیاد پر نصب العین کا حصول اور معیار کا واقعہ بن جانا متصور ہو۔
- **مؤقف یا زاویہ نگاہ** — وہ موقعہ اور محل جہاں سے تمام اسباب اور واقعات اور اعمال اور افراد کا موازنہ کر کے حکم لگایا جاسکے۔
- **معیار** — وہ اصول جس کے حوالے سے تمام اشیاء، تمام مساعی کا جائزہ لے کر انہیں پرکھا جاسکے۔
- **لائحہ عمل** — پہلے سے ترتیب دیا ہوا فرائض و اعمال کا وہ گوشوارہ جو مطلوبہ نتائج

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تک پہنچانے کی ضمانت رکھتا ہو۔

• — **دعوت** وہ عمل جسے اتمام کو پہنچانے پر کوئی گروہ مامور ہو جس کے نتیجے میں اس وہ کو دوام و استمرار میسر آئے۔

بحران کیا ہے؟

وہ نظریاتی بحران جس سے آج اسلام دوچار ہے زندگی کے اخلاقی، عمرانی، معاشی، سیاسی، اور بین الاقوامی پہلوؤں میں نمایاں ہے کیونکہ واقعات اور حالات ایسے نقطے پر پہنچ گئے ہیں جہاں معاشرے کے لیے بہتری یا خرابی کے انداز میں فوری تبدیلی ضروری ہو گئی ہے اور عمرانی ضبط کا اثر رُخ اور سمت متعین کرنے کے اعتبار سے غیر یقینی ہو گیا ہے اور آخری معیار پیدا ہو گیا ہے کہ اتحاد کو ترقی دینا ضروری ہے یا اختلاف کو بڑھانا۔

یہ بحران کیسے پیدا ہوتا ہے؟ اور امت مسلمہ میں اس بحران نے کیا شکل اختیار کی ہے؟ اس سوال کو حل کرنا ضروری ہے۔

انسانیت یا تو پیغمبرانہ تعلیمات کی پیروی کا راستہ اختیار کر سکتی ہے یا انحراف کا کیونکہ اللہ پاک فرماتا ہے۔

عَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ۔

"اللہ کی طرف ایک سیدھا راستہ ہے اور ایک ٹیڑھا"

ہم مسلمان اس بات کا دعوےٰ کرتے ہیں کہ اصولاً ہم ایک عالمی قوم ہیں ایک نظریاتی گروہ ہیں اور ایک جماعت ہیں بحیثیت قوم کے ہماری عمرانی وحدت کی بنیاد اسلام ہے۔ بحیثیت ایک نظریاتی گروہ کے ہماری دعوت غلبہ اسلام ہے یعنی منزل من اللہ قانون کا روئے زمین پر غلبہ اور بحیثیت ایک جماعت کے ہماری وفاداری اپنے ہادی اعظم اور اللہ کے آخری رسول صلی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر مرکوز ہے۔

عمرانی وحدت کی یہ بنیاد، یہ دعوت اور یہ وفاداری محض معتقدات کلامیہ نہیں ہیں بلکہ تاریخی حقائق ہیں انہوں نے ابتدا ہی سے اسلام کو سرسبز و شاداب رکھا ہے۔ لیکن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک فرد کی طرح ہر عمرانی وجود بھی زوال و انحطاط اور بیماری اور موت سے ہمکنار ہوتا ہے۔ اجتماعی موت عبارت ہے غایت کے تصور کے خیرہ ہو جانے، تصورِ کائنات کی روح کے فنا ہو جانے اور اخلاقی سیرت کے مسخ ہو جانے سے۔

اگرچہ ہم کرہ ارض پر ۴۹ مسلم ریاستوں کی حیثیت سے موجود ہیں مگر فکری اور معاشی سطح پر ہم پٹ کر رہ گئے ہیں اور حیرت زدہ اور مبہوت ہو کر اپنی راہ التباس کے اندھیرے میں ٹٹول رہے ہیں اور پوری بصیرت نہ ہونے کے باعث ناگزیر انداز سے غیر اسلامی بلکہ مخالف اسلام اقدار کو (اگر انہیں اقدار کہا جا سکتا ہے) اپنے اندر جذب کرتے چلے جا رہے ہیں۔

ہم اپنی دعوت کے شعور سے تقریباً محروم ہو چکے ہیں کیونکہ ہمارے حیات اجتماعی کے سرچشموں یعنی کتاب و سنت اور تاریخ اسلام کے تصورات مسخ ہو چکے ہیں اور اب ان سے ہمارے اندر ایسا ولولہ پیدا نہیں ہوتا ہے جو روحانی جوش، ایمانی حرارت عطا کر کے قومی کردار کی تخلیق میں مؤثر ہو اور اختلال انگیز مؤثرات کے جواب میں قومی کردار کی حفاظت کر سکے کیونکہ ہم قرآن کو صحف ماسبق کی تمثیل پر قیاس کر کے اسے اوامر و نواہی کا ماخذ سمجھنے کے علاوہ اس کے بارے میں کوئی تصور نہیں رکھتے اس لیے ہم نے قرآن کو صرف قرآن کا ماخذ سمجھا ہے امم سابقہ میں کوئی امت زوال پذیر ہو جانے کے بعد بغیر نئی بعثت کے نہیں اٹھائی جا سکی اور زوال سیرت کا مطلب یہ تھا کہ قانونی ضابطے کی خلاف ورزی کا طرز عمل اختیار کیا جاتا جس کے معنی یہ ہیں کہ اقدار حیات مٹ گئیں اور زوال کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ معاشرہ قوت نافذہ سے محروم ہو جائے لہٰذا کوئی امت زوال پذیر ہو جانے کے بعد قانونی ضابطے کے حوالے سے اقدار حیات پیدا نہیں کر سکی کیونکہ قانون کا وظیفہ اقدارِ حیات کو پیدا کرنا نہیں بلکہ صرف ان کی حفاظت کرنا ہے بشرطیکہ وہ موجود ہوں اور قانون کو قوت نافذہ میسر ہو۔ تکمیل فقہ کے باوجود قانون اقدار حیات کی حفاظت تو اس لیے نہ کر سکے کہ وہ مٹ گئی ہیں اور انہیں پیدا اس لئے نہ کر سکے کہ یہ قانون کا وظیفہ نہیں اور اقدار حیات کے پیدا کرنے کی تدبیر کی طرف ہم متوجہ نہ ہوں اور یہ غور کرنا نہ چاہیں کہ مؤثرات زندگی کے بدل جانے سے پہلے جو ضابطہ مدون کیا گیا تھا اس کے ذریعہ ان اقدار کو پیدا نہیں کیا جا سکتا جو غلبہ اسلام سے مسلّم ہو گئی تھیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہم اپنے عظیم الشان ثقافتی ورثے کی نسبت اپنے اندر ایک شرمساری اس لیے محسوس کرتے ہیں کہ ہم دوبارہ اپنی زندگی میں اسے پیدا نہیں کر سکتے ہم نے علم بالوجی کو انسانی علم کے نمونے پر ڈھال کر یہ تو محفوظ رکھا کہ وہ نظام اخلاق و معاشرت اور وہ قانون وہ نظام عدل کیا تھا لیکن علم بالوی کے اس مسئلے سے غافل ہو گئے کہ زندگی اخلاقی نظام پر ڈھلے گی کیسے مثالی معاشرہ پیدا کیسے کیا جائے گا اور عادلانہ معاشی نظام پیدا کیونکر ہو گا اور سیاسی تناقص سے پاک نظام سیاست کیسے عمل میں آئے گا ہم اپنے زوال پذیر معاشرے کی اصلاح کے لیے مغرب کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ اور ہم میں سے بعض لوگ بے حیائی کے اس درجے کو پہنچ گئے ہیں کہ یہ کہنے میں بھی کوئی شرم محسوس نہیں کرتے کہ اسلامی قانون فرسودہ ہو گیا ہے اور دور جدید کے تقاضوں سے مطابقت نہیں رکھتا وہ بالواسطہ ہمارے دشمنوں کو تقویت پہنچا رہے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام ایک ختم شدہ قوت ہے۔

وہ معصومانہ انداز میں اسلام کے اس کردار کو فراموش کئے دے رہے ہیں کہ اسلام نے دنیا کو ایک ایسی تہذیب عطا کی تھی جو مادی اعتبار سے بھی کم از کم اتنی شاندار ضرور تھی جتنی مغربی تہذیب ہے اور انتہائی بدنصیبی کی بنا پر وہ اس حقیقت کو نظر انداز کئے دے رہے ہیں کہ آج بھی صرف اسلام ہی اس کی اہلیت رکھتا ہے کہ ایک ایسی تہذیب پیدا کر کے اسے برقرار رکھ سکے جو اخلاقی اعتبار سے صحت مند معاشرتی اعتبار سے پائیدار اور معاشی اعتبار سے عادلانہ ہو۔

اس کا اصلی سبب ہماری اخلاقی اور فکری شکست خوردگی ہے جس نے ہمارے اخلاقی اور طبعی وجود میں ایک شگاف ڈال دیا ہے جو روز بروز وسیع تر ہوتا جا رہا ہے دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں جو صرف مادی ساز و سامان کی بنا پر ترقی کر سکے یا باقی بھی رہ سکے مادی وجود کی تہہ میں اخلاقی مثال پرستی اور روحانی جوش و حرارت کا ہونا ضروری ہے جو اخلاقی جرأت عطا کر سکے ان دو خصائص کے علاوہ تیسری شرط یہ کہ عمرانی وجود کے لیے باطنی اساس اور خارجی ظہور کے درمیان اتحاد کی ناگزیر احتیاج۔ جو تغیر باطن میں نمودار ہوتا ہے وہ خارجی دنیا میں ظاہر ہو کر رہتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عالم اسلام میں بحران کا سرچشمہ یہ ہے کہ ہم اپنے عمرانی معاشی اور سیاسی مسائل کا حل انسانی ذہن کے زائیدہ فکر اور انسانی علوم سے کرنا چاہتے ہیں اس کے برعکس یہ بحران صرف اس طرح رفع ہو سکتا ہے کہ ہم علم بالوحی اور انسانی استعداد کے زائیدہ علم کے مابین امتیازات کو ملحوظ رکھیں اور اس سوال کا حل علم بالوحی سے طلب کریں کہ اسلامی نظام معاشرت اور معاشی عدل اور "سیاسی تناقض" سے پاک ریاست کیسے وجود میں لائی جا سکتی ہے؟ ہم یہ مسائل جس وجہ سے حل نہیں کر سکے وہ اسلامی تحقیق میں اس منہاج کو اختیار کرنا ہے جس سے محسوسات کی جستجو تو ہو سکتی ہے مثالی اقدار پیدا نہیں کی جا سکتیں۔

غور و فکر کا منہاج اس لیے ضروری ہے کہ اس کے بغیر اشتراک فی العلم اور اقلیم علم میں داخل ہونا ممکن نہیں۔ ان مسائل کو حل کرنے کے لیے صحیح منہاج وہی ہوگا جس کے دو جزو ہیں؛

۱۔ بنیادی اصول یہ ہے کہ جو فضیلت حسی کے شعور میں سب سے زیادہ مکمل انداز میں ظاہر ہوتی ہے اس کے حوالے سے سمجھنا درکار ہے لہٰذا فلسفے کو کانٹ اور ہیگل کے حوالے سے سمجھنا صحیح موقف ہوگا اور مذہب کو سمجھنے کے لیے صاحبِ مذہب علی الخصوص خاتم الرسل کے حوالے سے سمجھنا سب سے زیادہ علمی موقف ہوگا کیونکہ وہی سب سے بڑھ کر تاریخی شخصیت ہیں علیہ السلام والتحیہ۔

۲۔ مسئلے کو حل کرنے کا عمل (PROCEDURE) جس کے چار مدارج ہیں؛

ا۔ تمیز (DISCREMINATION) یعنی مماثل فضائل کے درمیان امتیاز

ب۔ تعین (DETERMINATION) یعنی علم بالوحی کی ماہیت کا تعین

ج۔ تضمن (IMPLICATION) یعنی ان شرائط کا تجزیہ جن کے پورا ہوئے بغیر نصب العین کا حصول متصور نہ ہو۔

د۔ تعرف حدود صحت (LIMITATION) یعنی ان حدود کا تعین جن سے تجاوز کر کے مسئلے کا حل ناممکن ہو جائے۔

علم بالوحی اور انسانی استعداد کے زائیدہ علم کے مابین امتیازات اس وقت تک واضح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں ہو سکتے جب تک "علم" اور "عمل" کے درمیان امتیازات ملحوظ نہ رکھے جائیں۔

علم اور عمل

علم کا موضوع حقیقت ہے اور عمل کا موضوع مقصود ہے جس کا حاصل کرنا درکار ہے۔

علم کا مسئلہ یہ ہے کہ حقیقت کیا ہے؟

اور عمل کا مسئلہ یہ ہے کہ مقصود حاصل کیسے ہو گا؟

علم کی ابتداء شک سے ہوتی ہے اور عمل کی ابتداء یقین سے ہوتی ہے۔

علم میں فکر بہت اہم ہے اور عمل میں ارادے کو اہمیت حاصل ہے۔

علم کا بنیادی تصور "جبر" ہے (علت کے حوالے سے) اور عمل کا بنیادی تصور "اختیار" ہے۔

علم کا وظیفہ توجیہہ و تعلیل ہے۔

عمل کا وظیفہ تخلیق نتائج ہے۔

علم کے تین مراحل ہیں علوم واقعہ ([illegible])

فلسفہ اور معیاری علوم ([illegible])

اور عمل کے بھی تین مراحل ہیں انفرادی، اجتماعی اور بین الاقوامی۔

علم کے مضمرات یہ ہیں کہ ایک طرف ناظر ہو جو عالم بنے گا دوسری طرف منظور ہو جو معلوم بنے گا۔ ناظر میں جاننے کی استعداد ہو اور معلوم ایسا ہو جو ناظر کی استعداد سے ادراک میں آسکے۔

بخلاف اس کے عمل کے مضمرات یہ ہیں کہ ایک طرف فعال عامل ہو دوسری طرف وہ مقصود ہو جسے حاصل کرنا درکار ہے۔

حصول مقصد کی راہ میں مزاحمت ہو اور فعال عامل کی طرف سے مزاحمت کی مزاحمت ہو تو مقصود حاصل ہو گا۔

علم کا جائزہ صحیح اور غلط کہہ کر لیا جاتا ہے اور عمل کا جائزہ حق و باطل کہہ کر۔

علم اور عمل کے درمیان ان امتیازات کے پیش نظر علم بالوحی اور انسانی علم کے درمیان امتیاز یہ ہے کہ انسانی علم واقعات و مظاہر کا علم ہے اور علم بالوحی نصب العین اور اس کے حاصل کرنے کے لائحۂ عمل کا علم ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علم اور عمل کے درمیان ان امتیازات کے پیش نظر اخلاقیات (جو انسانی استعداد کا زائیدہ علم ہے) کا مسئلہ یہ ہے کہ فضائل اخلاق کیا ہیں؟ ان کا معیار کیا ہے؟ اور ان کی مابعد الطبیعاتی اساس کیا ہے؟ بخلاف اس کے علم بالوحی کا مسئلہ یہ ہے کہ زندگی فضائل اخلاق کے نمونے پر ڈھلے کیونکر؟ یہ مسئلہ اخلاقیات سے حل نہیں ہوسکتا کیونکہ اخلاقیات اس مسئلے کے حل ہونے کے شرائط پورے نہیں کرسکتی جو یہ ہیں:

(۱) اخلاقی زندگی کا اصلاح طلب پہلو۔ (۲) اخلاقی اصلاح کی علمی اساس (۳) معیار (۴) نمونہ کمال (۵) ایسا محرک عمل جو اخلاقی جدوجہد میں استقامت دلادے اور انحراف سے محفوظ رکھے۔

اسی طرح معاشرے کا انسانی علم (عمرانیات) یہ مسئلہ حل کرتی ہے کہ معاشرہ کیا ہے؟ اس کے عروج وزوال کے اسباب کیا ہیں؟ بخلاف اس کے علم بالوحی جس مسئلے کو حل کرتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر قسم کے خوف وغم سے محفوظ معاشرہ وجود میں کیسے لایا جائے؟ علم بالوحی کا وظیفہ ہی یہ ہے کہ نوعِ انسان کی وحدت کے تصور پر مبنی اخلاقی جدوجہد کرنے والے اور روحانی الذہن افراد پر مشتمل جس میں فرد اور معاشرہ ہر قسم کے خوف وغم سے محفوظ رہیں پیدا کیا جائے۔

انسانی استعداد کے زائیدہ علم (معاشیات) کا مسئلہ یہ ہے کہ تخلیق دولت کا نظام کیا ہے اس مسئلے کا حل گلہ بانی نظام، تجارتی سرمایہ داری نظام، جاگیرداری نظام، مستعمراتی نظام، صنعتی سرمایہ داری نظام اور اشتراکیت کی رو سے الگ الگ ہوگا کیونکہ ہر نظام کے معاشی تصورات مختلف ہوں گے۔ بخلاف اس کے جس مسئلے کو علم بالوحی حل کرتا ہے وہ یہ ہے کہ معاشی عدل کیسے ممکن ہے؟ اور معاشی تخلیق کی جدوجہد میں تعطل کیسے رفع ہوگا؟ معاشی تخلیق جو تعاون کا عمل ہے اس میں بطوع خاطر تعاون کیسے میسر آئے گا۔

انسانی استعداد کا زائیدہ علم سیاست یہ مسئلہ تو حل کرسکتا ہے کہ ریاست کیا ہے؟ اور اس کے وظیفے کو ادا کرنے کا طریق کار (آئین) کیا ہے؟ بخلاف اس کے علم بالوحی سے جس مسئلے کا حل میسر آتا ہے یہ ہے کہ ظلم واستبداد سے پاک ریاست وجود میں کیسے لائی جائے اور ریاست کی تنظیم میں سیاسی تناقض ([illegible] کیسے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رفع ہو؟ کیونکہ اب تک انسانی ذہن نے جتنے سیاسی نظریات مدون کئے ہیں ان میں سے کوئی نظریہ تناقض کو رفع کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ انسانیت جمہوریت اور آمریت کے درمیان جھول رہی ہے دونوں سیاسی نظریئے حق اقتدار کے مطالبے پر مبنی ہیں۔ آمریت یا ملوکیت کی رو سے اقتدار حکمران کا حق ہے اور جمہوریت کی رو سے اقتدار عوام کا حق ہے۔

عالم اسلام جس نظریاتی بحران سے دوچار ہے وہ جس صورت سے پیدا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ جب سے مسلمان بین الاقوامی سطح پر ایک طاقت کی حیثیت سے زوال پذیر ہوئے ہیں ان کا اعتماد وحی کی عطا کردہ ہدایت کی نتیجہ خیزی میں متزلزل ہو گیا ہے کیونکہ یقین کامیابی کی تجربی توثیق سے اور بے یقینی ناکامی کے مشاہدے سے پیدا ہوتی ہے اور تاریخی کشمکش میں ان کی ناکامیوں نے انہیں اعتماد اور یقین سے محروم کر دیا ہے کیونکہ ناکامی اور شکست خوردگی مایوسی اور اعتماد سے محرومی میں مبتلا کرتی ہے۔

بہرحال وحی کی عطا کردہ ہدایت کی نتیجہ خیزی میں ایمان اور خود اعتمادی کو بحال کرنے کے لیے ہمیں اس حقیقت کو سمجھنا ہی ہو گا کہ تاریخی انقلابات کے تحت مؤثرات زندگی کے بدل جانے سے قانون سازی بے اثر ہو گئی ہے اور ہم ابھی تک قانون سازی کے ذریعہ اپنی ملی تجدید کی آرزو سے اس لیے دست بردار نہیں ہوتے کیونکہ ماضی میں قانون سازی مؤثر رہ چکی ہے لیکن ہم یہ سمجھنے میں ناکام رہے ہیں کہ قانون کا وظیفہ اقدار حیات کی حفاظت کرنا ہے بشرطیکہ وہ موجود ہوں اور قانون کو قوت نافذہ میسر ہو اگر وہ مٹ گئی ہوں تو قانون انہیں پیدا نہیں کر سکتا ہمارے ترقی کرنے کا صرف یہی امکان ہے کہ ہم قرآن سے قانون حیات کی جستجو کرنے سے پہلے فقہی قانون سازی کے ذریعہ اقدار حیات پیدا کر سکیں گے۔

تعیّن: قرآنی وحی کے عطا کردہ علم کی ماہیت کو متعین کرنے پر مشتمل ہے کہ وحی قرآنی کا کام اس نصب العین اور اسے حاصل کرنے کے ناقابل تغیر اور ناقابل شکست لائحہ عمل کو پیش کرنا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زندگی مجموعہ اضداد ہے۔

انفرادی سطح پر جس نصب العین کے حوالے سے اصلاح ہوگی وہ رضائے الٰہی کا حصول یعنی انسان مرتضیٰ بننا ہے۔

اجتماعی سطح پر زندگی اطاعت وانحراف کے تضاد پر مشتمل ہے جس نصب العین کے حوالے سے اصلاح پذیر ہوگئی وہ ایک مثالی معاشرے کا قیام ہے جو ہر قسم کے خوف و غم سے محفوظ ہو معاشرتی پہلو میں تفاخر اور تحقیر سے پاک ہو۔ معاشی پہلو میں عدل کا ضامن ہو اور معاشی تخلیق میں تعطل کو رفع کرنے کا ذمہ دار ہو اور سیاسی پہلو میں سیاسی تناقض (Political antimony) سے پاک ہو۔

- — بین الاقوامی سطح پر زندگی عداوت وعناد اور اس کے جوابی عمل یعنی جنگ در جنگ کا مظہر ہے اس کی اصلاح وحی قرآنی کے عطا کردہ نظام کے غلبے پر منحصر ہے۔
- — وحی کے عطا کردہ علم سے ایک ایسا تصور کائنات بھی میسر آتا ہے جو حصول نصب العین کی جد وجہد میں انسان کی کامیابی سے بتمام و کمال ہم آہنگ ہو۔
- — ایک ایسا مؤقف یا زاویہ نگاہ بھی فراہم کرتا ہے جو افراد کو ایک امت کی شکل میں متحد کر دے، یہ "رحمت" کا زاویہ نگاہ ہے۔

یہ ایک ایسا معیار بھی پیش کرتا ہے جس کے حوالے سے اعمال کے پسندیدہ اور ناپسندیدہ ہونے کو پرکھا جا سکے۔

وہ معیار یہ ہے:

فلا وربك لا یومنون حتی یحکموك فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔

(پس نہیں! آپ کے رب کی قسم وہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے درمیان اختلاف میں آپ کو اپنا حکم نہ بنائیں اور پھر جو فیصلہ آپ فرما دیں اس پر دلتنگی محسوس نہ کریں اور اسے پوری طرح دل سے تسلیم کریں۔

— یہ وہ لائحہ عمل بھی فراہم کرتا ہے جو انفرادی اجتماعی اور بین الاقوامی سطح کے نصب العین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تک پہنچا کر رہے۔

- یہ ایک دعوت بھی پیش کرتا ہے جس پر حیات اسلامی کا دوام و استمرار منحصر ہے جو نصب العین، تصور کائنات، زاویہ نگاہ، معیار اور لائحہ عمل پر مشتمل ہے۔ جب یہ ایمان بالغیب (یعنی اس کامیابی پر ایمان جو ابھی غیب میں ہے) کی اساس بھی مہیا کرتا ہے جو جدو جہد سے پہلے ضروری ہے۔
- یہ ایسے کائناتی قوانین بھی متعین کرتا ہے جن پر انسان کی مثالی جدو جہد میں کامیابی منحصر ہے۔
- یہ حق و باطل کے امتیازات بھی واضح کرتا ہے۔
- یہ مفاد پرستوں سے صلح اور جنگ کے قواعد بھی مقرر کرتا ہے۔
- یہ مفاد پرستوں سے تصادم کے لمحات بھی متعین کرتا ہے۔
- یہ نفع بخشی اور مفاد پرستی کے ملے جلے رجحانات کی اصلاح کے طریقے بھی واضح کرتا ہے۔
- یہ سیرت و کردار کی تشکیل کے قاعدے بھی سکھاتا ہے۔
- یہ عمرانی روابط کو خوشگوار بنانے کے طریقے بھی تلقین کرتا ہے۔
- ایسے کائناتی قوانین کی ترجمانی بھی کرتا ہے جن کے بغیر ترقی متصور نہیں ہو سکتی۔
- یہ سعادت و شقاوت کے ایسے قوانین کی تشکیل بھی کرتا ہے جسے کوئی مفاد پرست جماعت اور کوئی شیطانی طاقت شکست نہیں دے سکتی۔

تضمن: تضمن ان مضمرات (ضروری شرائط) کے تجزیے پر مشتمل ہے جن پر یقیناً کامیابی منحصر ہے۔

مثلاً غایت تخلیق بعثت اور غایت نزول وحی کا ایک ہی غایت ہونا ۔ اور ان ناقابل تغیر اور ناقابل شکست قوانین کی تشکیل جو نظام تکوینی میں مضمر ہیں۔

حدود و صحت کا تعرف

اس میں مضمر ہے کہ علم بالوحی کی صحت اور نتیجہ خیزی کے حدود کو واضح کیا جائے وہ حدود یہ ہیں کہ اگر علم بالوحی کو انسانی استعداد کے زائیدہ علم کے نمونے پر ڈھال دیا جائے تو اس سے عملی زندگی میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نتائج پیدا ہونے بند ہو جائیں گے۔ مثلاً جب علم بالوحی سے یہ مسئلہ حل کیا جانے لگے کہ فضائل اخلاق کیا ہیں ان کا معیار کیا ہے؟ اور ان کی مابعد الطبیعاتی اساس کیا ہے؟ تو زندگی کا فضائل اخلاق کے نمونے پر ڈھلنے کے لیے قرآن سے رہنمائی طلب کرنے کے بجائے اپنے اقدام پر انحصار کرنا پڑے گا اور ہماری جدوجہد سے وہ شرائط پورے نہیں ہو سکے ہیں نہ ہو سکتے ہیں۔

جب علم بالوحی سے عمرانیات کا مسئلہ حل کیا جانے لگے کہ مثالی معاشرہ کیا ہے؟ اس کے عروج و زوال کے اسباب کیا ہیں تو پھر اس علم سے مثالی معاشرہ کی تخلیق ناممکن ہو جائیگی۔

جب علم بالوحی سے معاشیات کا یہ مسئلہ حل کیا جانے لگے کہ تخلیق دولت کا نظام کیا ہے یا عادلانہ معیشت کیا ہے تو یہ مسئلہ حل کرنا ممکن نہ رہے گا کہ معاشی عدل پیدا کیسے ہوگا؟ اور جب علم بالوحی سے یہ مسئلہ حل نہ ہو سکے گا کہ اسلام کا نظام سیاست وجود میں کیسے لایا جائے۔

کیونکہ جن شرائط کے پورا ہونے پر علم بالوحی کی نتیجہ خیزی منحصر ہے انسانی استعداد کے زائیدہ علم کے نمونے پر ڈھل جانے کے بعد انکی جستجو باقی نہیں رہتی کیونکہ انسانی استعداد کے زائیدہ علم کی نشوونما کی تکمیل کا رخ بھی ابھی تک عقلیت یا حیثیت کے مناہج کے تابع رہ جانے کی بنا پر متعین نہیں ہو سکا۔

دور حاضر میں عالم اسلام جس بحران سے دوچار ہے اس پر غالب آنے کے لیے پیغمبرانہ بعثت کے مقاصد کے لیے انقلاب لانا ضروری اور اس مقصد کی خاطر قرآن سے یہ جستجو کرکے کہ اس کے نازل ہونے کا مقصد اسلامی انقلاب برپا کرنا ہے یہ ضروری ہوگا کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر انقلاب اور قرآن مجید کو صحیفۂ انقلاب کی حیثیت سے پیش کریں یہ اسلامی تحقیق سے ممکن ہوگا۔ لیکن اپنے دشمنوں کے نقطہ نظر کو بالکل اندھوں کی طرح اپنا کر ہم نے "گورکنی" اور" استخوان فروشی" کو اسلامک ریسرچ سمجھا ہے ورنہ ہم اس بحران پر غالب آ سکتے تھے۔

ہماری مشکلات کا اصلی سرچشمہ یہ ہے کہ ہم نے مقاصد کے لیے اپنی اصطلاحوں میں اپنے مناہج کے مطابق غور و فکر کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی ورنہ اسلامی تحقیق سے اس بحران کا علاج ہو سکتا تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہم نے قرآن سے منہاج کی تمنا قرآن کی اس آیت کے باوجود نہیں کی کہ اللہ پاک فرماتا ہے " لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجًا " ہم نے سب کے لیے " شرع " اور منہاج بنایا ہے ہم نے قرآنی منہاج (جس کی جستجو قرآن کو فرقان مان کر کی جا سکتی ہے) کو چھوڑ کر دوسری چیزوں پر اپنی توجہ مرکوز کر دی اور صحیح خطوط پر اور صحیح منہاج کے مطابق اسلامک ریسرچ کو نظر انداز کر دیا اگر قرآنی ہدایت کی رہنمائی میں ہمارا یقین متزلزل نہ ہو گیا ہوتا تو ہم اس نظریاتی بحران کا علاج قرآن سے اسلامی تحقیق کے مسئلے کو حل کر کے تلاش کر سکتے تھے۔

قرآنی ہدایت کی رو سے اسلامی نظام افکار کے نمایاں پہلو یہ ہیں؛

(۱) غایت یا نصب العین (۲) تصور کائنات (۳) زاویہ نگاہ (۴) معیار (۵) دعوت (۶) لائحہ عمل۔

نصب العین

قرآن مجید کا نصب العین یہ ہے کہ ایک معاشرہ نوع انسانی کی وحدت کے تصور پر مبنی اخلاقی جد وجہد کرنے والے اور روحانی الذہن افراد پر مشتمل قائم کیا جائے جن کی جد وجہد کا رخ یہ ہو کہ فرد اور معاشرہ ہر قسم کے خوف وغم سے محفوظ رہیں جس کے استحکام کی بنیاد محمد رسول اللہ صلعم سے خالص وفاداری ہو جسے انجام کار غلبہ حاصل ہو۔ اور اس نصب العین کے کماحقہٗ حصول کے لیے ضروری ہے کہ نظام کائنات اپنی ساخت میں اس نصب العین کے حصول کی جد وجہد سے سازگار ہو چنانچہ دیکھنا یہ ہوگا کہ قرآن کا تصور کائنات کیا ہے؟

تصور کائنات

کائنات اللہ تعالیٰ نے ایک مقصد کے پیش نظر تخلیق فرمائی ہے اسی مقصد کو حاصل کرنے کی جد وجہد میں ہدایت دینے کے لیے قرآن مجید نازل ہوا۔ اور یہ کائنات اس مقصد کے حاصل کرنے میں اس جد وجہد کی کامیابی کے لیے کامل سازگاری رکھتی ہے۔ تصور کائنات وحی سے حاصل ہوتا ہے جو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نصب العین کے حصول کی شرط ہے اور اس کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ موجودہ حالات و واقعات اور مستقبل کے امکانات کا جائزہ ہے اور صرف اسی کی بنیاد پر نصب العین متصور ہو سکتا ہے۔ درا صل جو کونیاتی قانون کونیاتی عمل کو متعین کرتا ہے۔ جسے اسطرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ دو گروہ ہوں جن کے الگ الگ مقصد ہوں ان مقاصد کے پیچھے وفاداریاں بھی دو ہوں جنہیں روبہ عمل لانے کے لیے دو منظم ارادے بھی موجود ہوں انہی ارادوں کے درمیان تصادم عمل میں آئے اس تصادم کو کامیاب بنانے کے لیے ہر دو کے اپنے اپنے پروگرام ہوں ایک کا مزعومہ مفاد کی حفاظت کا اپنا لائحہ عمل اور دوسرے کا عام نفع بخشی اور مفاد عام کی تکمیل کا اپنا منفرد پروگرام مزعومہ مفاد باطل ہے اور مفاد عام کی تکمیل حق ہے' اللہ تعالیٰ حق کو باطل سے ٹکراتا ہے اور انجام کار حق باطل پر غالب ہو کر رہتا ہے۔ تاریخی قانون اور اخلاقی قانون میں ایک ربط ہے تضاد کی صورت دراصل حق کے باطل پر غالب کی ایک سازگار شرط ہے جب تاریخی تضاد مضمحل ہو جاتا ہے تو اخلاقی اصول پیدا ہوتا ہے تضاد سے جدوجہد میں استقامت کے لیے ایک نفسیاتی محرک میسر آتا ہے جتنا تضاد شدید ہوگا اتنا ہی اخلاقی استحکام پیدا ہوگا۔

زاویہ نگاہ

زاویہ نگاہ قرآن کی رو سے وہ موقف ہے جس کے حوالے سے چیزوں اور اعمال پر نظر کی جاتی ہے اس کے تعلق میں ان کا موازنہ کیا جاتا ہے اور تخمینہ لگایا جاتا ہے۔ رحمت کا نقطۂ نظر ہی دراصل وہ اجتماعی ذہن مہیا کرتا ہے جس کا ہر متنفس آرزومند ہے۔ اس کے بغیر نہ تو فرد انفرادیت سے نکل کر معاشرے کا رکن بن سکتا ہے اور نہ خود غرضی کے چنگل سے آزاد ہو سکتا ہے۔

معیار

وحی سے حاصل ہونے والا حکم معیار ہے جو اعمال حکم کی تعمیل میں صادر ہوں خیر اور جو اس کی خلاف ورزی میں سرزد ہوں وہ شر ہیں۔ اس ضمن میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی نمونۂ کمال کی حیثیت رکھتی ہے جن کے حوالے کے بغیر نہ تو کسی خیر و کمال کا خیر و کمال ہونا باور ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس کا قابل حصول ہونا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دعوت

جہاں تک دعوت کا تعلق ہے تو کسی ہدایت کی قبولیت کی ایک اساس یہ بھی ہے کیونکہ اسی سے جماعت کی بقا اور اس کا دوام واستمرار وابستہ ہے لہٰذا جماعت ہی دعوت پہ مامور رہے دعوت وتبلیغ کی بدولت عالمگیر وفاداری پر منظم دوسرے تازہ دم گروہوں کو اپنے اندر شامل کر کے اختلال سے محفوظ ہوا جاسکتا ہے بخلاف اس کے محدود وفاداریوں پر منظم گروہوں کی معذوری یہ رہے کہ جب تاریخی جدوجہد میں اُن کے اعصاب تھک جاتے ہیں تو وہ زوال کے بعد دوبارہ ابھرنے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتے ہیں۔

لائحۂ عمل

آخر میں ہم قرآن کے مقصود عمل کو پانے کے لائحۂ عمل کے بیان کے بعد اپنی گفتگو کو ختم کر دیں گے کیونکہ قرآن کے مطابق لائحۂ عمل کی حیثیت یہ رہے کہ یہ پہلے سے متعین کردہ فرائض واعمال کا وہ گوشوارہ ہے جس سے مطلوبہ نتائج پیدا ہو کر رہیں گے اس پروگرام کے کل تین مدارج ہیں۔ انفرادی، اجتماعی اور بین الاقوامی۔

پہلے مرحلے میں تلاوت آیات، تزکیہ نفوس اور تعلیم کتاب وحکمت پر اصرار رہے۔ دوسرے مرحلے میں پہلے مرحلے کے نتیجے کے طور پر ادارت وجود میں آتے ہیں اور افراد وادارت کے عمل کو منظم کرنے کیلئے ایسے اوامر ونواہی پر مشتمل ضابطہ مہیا کیا جاتا ہے تاکہ اسکے ذریعے اسلامی فضائل کو محفوظ اور ان کے خلاف ارتکاب جرائم کو مسدود کیا جاسکے۔

تیسرے مرحلے میں ان اداروں کو چند ناگزیر سوالات سے سابقہ پڑتا ہے۔ قرآن کا پیش کردہ لائحۂ عمل ان کے شافی جوابات مہیا کرتا ہے۔

سوالات یہ ہیں؛

۱۔ کونسا مخصوص تضاد اپنے اندر یہ ضمانت رکھتا ہے کہ اسے ابھارا جائے تو وفاداری متعین ہو سکے۔ جماعت منضبط رہے اور تصادم فیصلہ کن نتائج پیدا کر سکے۔

۲۔ جب تک تصادم کو دعوت دینے کی طاقت نہ ہو، پروگرام کی شکل کیا ہو کہ ولولہ سرد نہ ہو تاکہ قبل از وقت تصادم کو التوا میں رکھنے پہ قدرت حاصل رہے۔

۳۔ اس لائحۂ عمل کے کتنی اقسام کے ردعمل پیدا ہوں گے اور ان کی بے خطا پیش بینی کیسے ممکن ہوگی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جوابات یہ ہیں۔

۱۔ پہلے سوال کے جواب کے لیے یہ دیکھنا ہوگا کہ قرآن کے خود اپنی نسبت اس دعوے کہ وہ الفرقان بھی ہے کے کیا بدیہی نتائج ہیں یعنی قرآن کن کن امتیازات اور اختلافات کو واضح کر کے اپنے آپ کو الفرقان ثابت کرتا ہے تو سب سے اولین اور اہم اصول یہ متحقق ہوگا کہ یہ تضاد محمد رسول اللہ صلعم کی تصدیق و تکذیب کا تضاد ہے اسی سے حزب اللہ اور حزب الشیطان کا تعین ہوگا۔ جو لائحہ عمل پر عمل درآمد کے دوران ہمیں دوسرے سوال سے دوچار کر دے گا۔

۲۔ جب یہ تضاد اُبھر کر سامنے آجائے گا لیکن مزاحمت ابھی اُس نکتے تک نہ پہنچی ہو جہاں تصادم کو دعوت دی جا سکے تو لائحہ عمل کے خطوط اس متوقع تصادم کے لیے ممکنہ تیاری پر مشتمل ہوں گے یہ پروگرام دشمنی کے کسی ضابطے کی رُو سے قابلِ اعتراض نہیں ہو سکتا جب ارکان اتنے قوی ہو جائیں کہ جان کی بازی لگانے کی پوزیشن میں آجائیں اور جارحانہ اقدام کا جواب دے سکیں تو تصادم قبل از وقت نہ ہوگا۔ لیکن تصادم کی صورت کے بالکل سامنے آموجود ہونے سے پہلے ہمیں تیسرے سوال کے جواب کے لیے پوری طرح تیار ہونا ہوگا۔ یعنی۔

۳۔ اس لائحہ عمل کے ردِّ عملوں کی اقسام کا تعین اور ان کی بے خطا پیش بینی تو قرآن کے جواب کے مطابق یہ ردِ عمل تین طرز پر متشکل ہوگا۔ ایمان، کفر اور منافقت اور اس سے تین گروہ وجود میں آئیں گے مومن کافر اور منافق۔ قرآن ان کی سیرت اور نفسیات جزئیات کی حد تک کھول کھول کر بیان کرتا ہے بلکہ ان کی طرف سے تصادم کی صورتوں پر بھی خوب روشنی ڈالتا ہے تاکہ حزب اللہ کو اُن کی مزاحمت اور اُن سے تصادم کے عمل میں کوئی ابہام نہ رہے۔ تاکہ اس پروگرام پر عمل پیرا ہونے والی جماعت اس احساس سے ہوشیار ہو کر یہ پروگرام یقیناً قطعاً اور حتماً نتیجہ خیز ہوگا اور جس کی کامیابی منطقی استدلال کی احتیاج سے بے نیاز ہوگی۔

© rasailojaraid.com